والد محترم کے تعاون سے نامور مصنف "ڈکنز" کی کتابیں بھی مطالعہ میں رہیں۔ اس کے افسانوں کے مطالعہ کے درمیان اگر کوئی چیز فہم سے بالاتر ہوتی یا اس کا کوئی اسلوب سمجھ میں نہ آتا تو یہ مسائل اپنے والد سے پوچھتا اور سمجھتا[1] اس نے ماہنامہ رسالہ "حکیم البیت" ۱۹۳۴ء میں نکالا[2]

اسے خلیل مطران (۱۸۷۱ء — ۱۹۴۹ء) اور اس کی شاعری سے بڑا گہرا لگاؤ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی شاعری کا اس پر بڑا گہرا اثر ہے۔ اسے زندگی کی ساری سہولیات میسر تھیں لیکن لالچ نے اسے چین نہ لینے دیا۔ عربی اور انگریزی پر عبور حاصل کر لینے کے بعد اس نے فرانسیسی سیکھنا شروع کیا۔ چنانچہ انگریزی اور فرانسیسی ادب سے بہت کچھ سیکھا۔

ابتداء میں ابراہیم ناجی کا سب سے محبوب شاعر خلیل مطران تھا۔ عنفوان عہد شباب میں وہ خلیل مطران سے آشنا ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے اثرات اس کے یہاں نمایاں ہیں۔ ثانوی تعلیم سے فراغت کے بعد میڈیکل کالج میں داخلہ لیا۔ ۱۹۲۳ء میں اسے ایم، بی، بی، ایس کی ڈگری تفویض ہوئی۔ مختلف وزارت میں اس نے طبی خدمات انجام دیں۔ وزارت اوقاف میں اس کو صحت عامہ کے شعبے کا ڈائرکٹر بنا دیا گیا۔ اس طرح اس کی زندگی کا تجزیہ کرنے سے یہی بات سامنے آتی ہے کہ وہ پرسکون اور خوشحال ماحول میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی کہ جس کی وجہ سے اس کے سکون میں خلل واقع ہوا ہو۔ لیکن اس کے باوجود اس کی ساری زندگی رنج و الم کا مرقع بنی ہوئی تھی۔ اور ایسا لگتا ہے کہ جو کچھ اسے ملا

۱۔ الادب العربی المعاصر فی مصر ص ۱۵۵ نیز دیکھئے "الاعلام" ۱/۷۶

۲۔ اعلام ۱/۷۶۔

اس سے راضی و مطمئن نہیں تھا۔

انگریزی اور فرانسیسی کی معلومات ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ علمی دنیا میں جانے کے دو بڑے دروازے کھل گئے۔ اسے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ انگریزی اور فرانسیسی ادب سے اس نے خوب استفادہ کیا بالخصوص فرانسیسی ادب سے۔ ناجی کو زندگی سے پیار تھا۔ عشق و محبت کی خیالی دنیا میں ڈوبا رہتا۔ مطالعہ کی وسعت نے اسے عربی شاعری کا ماہر بنا دیا۔ بیسویں صدی کے جدید شعراء میں اور علوم انسانی سے بحث کرنے والے شعراء میں شمار کیا جانے لگا۔[۲]

بیسویں صدی میں شعر و ادب کے دو مکتب فکر مصر کے اندر وجود میں آئے۔ ایک انگریزی ادب سے متاثر تھا اور دوسرا فرانسیسی ادب سے۔ اسی میں ناجی کا نام آتا ہے۔[۳]

۱۹۳۴ء میں اس کا دیوان "وراء الغمام" منظر عام پر آیا۔ اس وقت اس کے مطمح نظر صرف جدید عربی ادب تھا۔ جدید عربی ادب پر اس نے معرکۃ الآرا بحث کی۔ وہ انگریزی کے مشہور شاعر "لارنس" (LAWRENCE) سے بہت متاثر ہوا جس طرح کہ وہ فرانسیسی شاعر "بودلیر" سے متاثر ہوا۔ اس کی وفات کے بعد ناجی نے اس کی شاعری پر اظہار خیال کیا۔ اس کے بہت سے قصائد کا ترجمہ

۱۔ بیسویں صدی میں بہت سے انگریزی شعراء کے کلام کا عربی میں ترجمہ ہو چکا تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ڈاکٹر ماہر حسن فہمی۔ حرکت البعث فی الشعر العربی الحدیث۔ مکتبۃ النہضۃ المصریہ قاہرہ (بدون تاریخ) ص ۱۷۹۔

۲۔ الادب العربی المعاصر فی مصر ص ۱۵۵۔

۳۔ ڈاکٹر محمد مندور۔ قضایا جدیدۃ فی ادبنا الحدیث۔ مطبع دار الادب بیروت ۸۴۔

بھی کیا جو "اظہار الشر" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ مشہور کتاب "توفیق الحکیم الفنان الحائر" کی تالیف میں اسمٰعیل ادہم کے ساتھ وہ بھی شریک تھا۔ ڈرامے کے ارتقاء میں بھی اس کا اہم رول ہے۔ دیستویفکی کے قومی ڈرامہ "الجریمۃ والعقاب" کا اس نے ترجمہ کیا۔ ۱۹۴۴ء میں اس کا دوسرا دیوان "لیالی القاہرہ" شائع ہوا اس وقت علوم النسانی سے متعلق لکھ رہا تھا۔ اس موضوع پر اس کا ایک کتابچہ "کیف تفہم الناس" کے نام سے ہے۔ اسی موضوع پر دوسرا رسالہ "رسالۃ الحیاۃ" ہے اس کے نظریات ادب، نفس، عقل، تہذیب، نقد وتبصرہ اور شباب سے متعلق ہیں۔ ان کے علاوہ اس نے دیگر مخطوطے شکسپیر اور دوسروں سے متعلق چھوڑے۔ افسانے بھی لکھے[1]۔

۱۹۳۲ء میں جب ڈاکٹر ابوشادی کے ہاتھوں اپولو تحریک کی بنیاد پڑی تو ناجی اس تحریک کا ممبر بنا۔ اپولو میگزین میں اس کے قصائد شائع ہوئے۔ بعض ادباء پر اس میں تبصرہ بھی کرتا۔ ۱۹۴۶ء میں جب ابوشادی امریکہ گیا اور "ادباء العروبہ" تنظیم کی بنیاد پڑی تو اس کا سکریٹری متعین ہوا۔ وہ تنظیموں اور مجالس میں مستقل اپنی آواز بلند کرتا۔ وہ اخبارات میں بھی برابر لکھتا رہا[2]۔

اپنے پہلے دیوان "وراء الغمام" میں اس نے دو مترجم قصیدے شامل کئے۔ ایک "التذکار" جو "الفرد دی موسیہ" (ALFRED DE MUSSED) (۱۸۱۰-۱۸۵۷ء) کا ہے اور دوسرا "البحیرہ" جو لامارتین (LAMARTINE) کا ہے۔ یہ دونوں فرانسیسی شاعری کے رومانی شعراء میں اہم شخصیت کے حامل ہیں

۱۔ الادب العربی المعاصر فی مصر ص ۱۵۶۔
۲۔ اعلام النثر والشعر فی العصر العربی الحدیث ۳/۱۰۷